

اسلاف کا طرز تحقیق

محمد اسماعیل ریحان

گزشتہ سے پیوستہ اتوار کو راقم نے اہل مغرب کے ہاں مروج تحقیق کے علمی طریقے پر کچھ روشنی ڈالی تھی، بات نامکمل تھی، اس لیے آخر میں ”جاری ہے“ لکھ دیا، مگر اس کے بعد طبعی عوارض ایسے لاحق ہوئے کہ کچھ لکھنے کی سکت نہ رہی۔ طبیعت سنبھلی ہے تو آج ایک بار پھر قلم بکف ہوں۔

آج گزشتہ گفتگو کے حوالے ہی سے اسلاف کے طرز تحقیق پر کچھ عرض کروں گا۔ یاد رہے کہ یہاں اسلاف میں اسلامی تاریخ کے دورِ عروج کے فقہاء، محدثین، مؤرخین، کیمیادان اور ماہرینِ فلکیات بھی شامل ہیں اور دورِ حاضر میں بھی ایسے علماء اور دانش ور موجود ہیں، جن کی کاوشیں اسی منہج پر جاری ہیں۔

یہ حضرات جس طرزِ فکر اور طریقِ استدلال کے ساتھ علمی ابحاث کرتے ہیں وہ جانبِ داری یا ہٹ دھرمی نہیں، بلکہ انصاف، حقائقِ ری اور علمی انکشافات کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہے۔ غور فرمائیے کہ مسلم علماء اور دانش ور مختلف شعبوں کی علمی ابحاث میں کیا طرزِ عمل اختیار کرتے آئے ہیں۔

شریعت:

مسلم علماء قانونی و شرعی مسائل میں شریعتِ اسلامیہ کے مصادر سے استدلال کرتے ہیں۔ قرآن مجید، حدیث، آثارِ صحابہ، اصول حدیث، رجال، فقہ اور اصول فقہ کو استعمال کرتے ہیں۔ یہاں قیاس بھی استعمال ہوتا ہے، بلکہ قیاس کی ایک نہایت باریک قسم ”استحسان“ بھی کارآمد ہوتی ہے، مگر سب دلائل کے تانے بانے اوپر چل کر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہی سے ملتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ مسلمان علماء کے ہاں شرعی علوم اور تحقیقات میں اصل دار و مدار قرآن و سنت پر رکھا جاتا ہے۔

سائنس:

سائنس کا اصل مطلب تو ”علم“ ہے، پاپائیت کے دور میں اس کا مصداق مذہبی علوم تھے۔ اگرچہ زمانہ قدیم سے فلاسفہ کے ہاں اس کا اطلاق تمام علوم پر ہوتا آیا تھا، مگر اہلِ یورپ نے صدیوں کی سرگردانی اور مذہبی و روحانی مناقشوں کے ذریعے ترقی تک رسائی سے مایوسی کے بعد پانچ سو سال پہلے سائنس میں صرف طبعی علوم کو داخل رکھا، مذہبی علوم کو اس سے نکال دیا۔ یہاں ہم مروجہ اصطلاح ہی میں بات کر رہے ہیں اور سائنس سے طبعی علوم مراد لے رہے ہیں۔ طبعی علوم میں کیمسٹری، بائیولوجی، فزکس، فلکیات اور ریاضی وغیرہ شامل ہیں، یہ سب سائنس کی شاخیں ہیں۔

مسلم دانش ور سائنس (طبعی علوم) میں تجرباتی و مشاہداتی طریقہ استعمال کرتے آئے ہیں، بلکہ اس میدان میں سب

سے پہلے تجربے کو باضابطہ حیثیت دینے والے مسلمان ہی ہیں۔ اہل یورپ کیمیا اور حیاتیات میں بھی فرضی توہمات اور فرسودہ فلسفیانہ نظریات میں گھرے ہوئے تھے، اس لیے ان کے ہاں معاشرتی و تمدنی ترقی کی رفتار نہ ہونے کے برابر تھی، مسلم حکماء نے مشاہدے اور تجربے پر زور دے کر طب، ریاضی، فلکیات اور رسول انجینئرنگ کے میدانوں میں نئے دروازے کھول ڈالے، حکمت کی جامد تجربہ گاہ میں نت نئی ایجادات کی طرح ڈالی۔

مسلم سائنس دانوں نے طبعی علوم کو شرعی علوم میں خلط نہیں کیا۔ عقیدے، قانون اور احکام کے لیے کتاب و سنت ہی سے روشنی لی۔ اگر اسلامی دنیا کے بعض حکماء نے شرعی حدود پھلانگ کر کج فکری اختیار کی ہے تو ان کی لغزشوں کو خود مسلم معاشرے میں قابل تہلیل نہیں سمجھا گیا۔

معاشرتی علوم:

چونکہ ہمارا موضوع، تاریخ کے حوالے سے ہے اور تاریخ معاشرتی علوم کا حصہ ہے، اس لیے معاشرتی علوم کے پہلو پر ہم ذرا کھل کر بات کریں گے۔

معاشرتی علوم میں مسلم علماء شرعی علوم کے دائرے میں رہتے ہوئے عقل، مشاہدے، معاشرے کے تجزیے، روایات اور خبروں سے کام لیتے ہیں۔ اس بارے میں انہوں نے صدیوں پہلے سے ایسے معیاری ضابطے مقرر کر دیے ہیں جن کی مثال مغربی تحقیقی اداروں میں آج بھی نہیں مل سکتی۔

مشاہدے اور معاشرتی تجزیے میں بھی آخری سرا ”خبر“ ہی بنتا ہے، اس لیے علمائے امت نے خبر کی چھان بین کے لیے معیاری اصول و ضوابط طے کر دیے، کیونکہ اسی خبر سے تجزیے مرتب ہوتے ہیں اور اسی سے تاریخ۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ مسلم علماء نے خبروں کی چھان بین کے لیے کیا اصول مقرر کیے ہیں۔

(1) خبر دینے والے کا کتاب و سنت کے مطابق توحید، رسالت، وحی، تقدیر اور آخرت پر ایمان رکھنا۔ خبر وصول کرنے والے کا انواہوں اور وہمی و خیالی چیزوں پر یقین نہ کرنا۔

(2) کسی روایت، کسی دلیل یا کسی دستاویز کو پیش کرنے سے قبل اس کی صحت کا اطمینان کر لینا۔

(3) دلائل پیش کرنے میں پوری امانت اور دیانت داری سے کام لینا۔

(4) کوئی بھی مواد پیش کرتے ہوئے اس کا درست حوالہ دینا، یہ واضح کر دینا کہ یہ مواد کس راوی یا کون سی کتاب سے لیا گیا ہے، اس بارے میں کسی خیانت کا ارتکاب نہ کرنا۔

(5) دلائل اور شواہد میں موازنہ کرتے ہوئے طے شدہ قواعد کی پابندی کرنا۔

(6) فن کے ماہر علماء کے اقوال بطور شواہد پیش کرنا۔

(7) ذاتی اغراض اور طبعی میلان کو خاطر میں نہ لانا۔

(8) زبان و بیان کے صحیح اور واضح مفہوم کو اختیار کرنا اور اس کے لیے لغت کے مستند مآخذ اور قواعد پر اعتماد کرنا۔

(9) اسلاف اور علوم کے ائمہ کے بارے میں ان کی واضح تعلیمات سے متصادم روایات کو تسلیم نہ کرنا۔ ایسی باتوں کو ان پر جھوٹی تہمت مانا جائے گا۔

(10) کلام اللہ، حدیث شریف اور انبیاء علیہم السلام کا ادب ملحوظ رکھنا۔

(11) صحابہ کرام اور اسلاف کا ذکر ادب و احترام سے کرنا۔ ان پر طعن و تشنیع سے احتراز کرنا۔

ان اصولوں کی تفصیل ملاحظہ کرنے کے لیے علامہ ابن عبد البر کی ”جامع بیان العلم وفضله“ ص 467 تا 470، خطیب بغدادی کی ”الکفایۃ فی علوم الروایۃ“ ص 180، 181، 241، قاضی عیاض کی ”اللماع الی معرفۃ اصول الروایۃ و تنقید السماع“ ص 135 تا 188، اور علامہ عراقی کی ”التقید والایضاح شرح مقدمۃ ابن صلاح“ ص 200 تا 218 کا مطالعہ کیا جائے۔

rehanbhai@gmail.com